احمد خان طارق کی شاعری میں بیٹ کا تلازماتی اظہار

Fragrance of Foreshore in Ahmad Khan Tariq's Poetry

[i] بدر مسعود [ii] حافظ محمد فیاض

Abstract:

Dohra has a unique and Marvellous fame because some of the genres in the literature of language that make it a special place in the tradition of poetry. Bait and Bela are the places near the edges of Sindh and Sutlej River. This place has a unique culture and heritage the true picture of Bait can be seen in the Dhora of Ahmad Khan Tariq. He has very skilfully applied his power of imagination to write a brief livings and miseries of his people. Who are living picture of the difficult, dismal and almost harsh conditions life. He remembers the past of Baila and Bait which was worth praising and loving. Now the scenario has been changed. Jhokes, kaan and Matian are replaced. Tomb made by dry grass is the legacy the people. Beautiful girls are the natives of this land. People are well aware about their prestige and identity. They want to offer their prayers without anyone command of Mulla or so-called religious guider.

Keywords: *Siraiki, Saraiki, Poetry, Ahmad Khan Tariq, Dera Ghazi Khan, Dohra, Bait, Bela Sindh River, Sutlej River, Jhokes, kaan, Matian.*

دوہڑا کو ایک منفرد اور شاندار شہرت حاصل ہے۔ سرائیکی زبان و ادب میں کچھ ایسی صنفیں ہیں جو اسے شاعری کی روایت میں ایک خاص مقام دیتی ہیں۔ بیٹ اور بیلہ سندھ اور دریائے ستلج کے کناروں کے قریب مقامات ہیں۔ یہ جگہ ایک منفرد ثقافت اور ورثہ رکھتی ہے۔ بیٹ کی حقیقی تصویر احمد خان طارق کے دوہڑے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس نے بہت ہنر مندی کے ساتھ اپنی تخیل کی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ان لوگوں کے مختصر حالات زندگی اور مصائب کو تحریر کیا ہے، جو مشکل، نامساعد اور تقریباً سخت حالات کی زندگی کی تصویر بن رہے ہیں۔ وہ بیلا اور بیٹ کا ماضی یاد کرتے ہیں، جو قابلِ تعریف اور پیارا تھا۔ اس منظر کو پیش کیا گیا ہے۔ اب خشک گھاس سے بنایا گیا مقبرہ لوگوں کی میراث ہے۔ خوب صورت لڑکیاں اس سرزمین کی باسی ہیں۔ لوگ اپنے وقار اور شناخت سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ بغیر کسی ملا یا نام نہاد مذہبی رہنما کے حکم کے اپنی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: سرائیکی ،زبان ، شاعری ، احمد خان طارق ، ڈیرہ غازی خان ، بیٹ ، بیلا ، دریائے ستلج ، دریائے سندھ ، دوہڑا ، جھوک ، احمد خان طارق۔

شاہ صدر دین تحصیل و ضلع ڈیر غازی خان کے احمد بخش نے اپنے ماحول کے تمام رنگوں کو اپنی شاعری میں پرو دیا اور یوں احمد بخش سے احمد خان طارق سرائیکی جدید دوہڑا کا موجد ٹھہرا۔ ۱۹۲۴ء میں پیدا ہونے والے احمد خان طارق نے اپنی دھرتی تھل کی سرزمین کے کونے کونے سے پیار کیا ہے۔ اپنے لوگوں کو خوشی دیکھتا ہے تو ان کے ساتھ جھمر مارنے لگتا ہے اس کی روح تک جھوم اُٹھتی ہے اور جب وسیب کے

[i] استاد، شعبہ سرائیکی، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

[ii] استاد، شعبہ سرائیکی، بہاءُ الدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان۔ **(Corresponding Author)**

مونجھے ماندے بے بس لوگوں کو محرومی اور مجبوری کے ساتھ غلامی کا طوق گلے میں پہنے دیکھتا ہے تو اس کی روح زخمی ہو کر تڑپ جاتی ہے۔ ایسا شخص ہی سن آف دی سائل کہلانے کا حقدار ہے۔

دوہڑا سرائیکی زبان کے ساتھ ساتھ پاکستان کی دیگر زبانوں پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو اور کشمیری میں کسی نہ کسی نام سے ادب کی معتبر صنف کے طور پر موجود ہے۔ بیٹ اس دھرتی کو کہا جاتا ہے جو دریاؤں کے سنگم میں رہائش کے لیے بنائی گئی بستیاں ہوتی ہے۔ اس کے گھروندے کچے اور گھاس سے بنی ہوئی ساھیں، گوپے اور گربڑے اس کی باسیوں کا کل ترکہ ہوتے ہیں۔ زندگی کی گزران کے لیے مویشی پالتے ہیں۔ محدود خواہشیں رکھنے والے ان لوگوں کے بھی خواب ہوتے ہیں جن کی تعبیر ملنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ ظالم سماج ان زندگیوں کو بوجھ بنا دیتا ہے۔ سسکتی ہوئی زندگی کے ساتھ زخمی روح لیے یہ بدقسمت چاند بھی اپنا زندگی کا سفر طے کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی اگر چھوٹی سی خوشی بھی میسر آ جائے تو اس کو خوب منایا جاتا ہے۔ طارق کی شاعری کا اپنا جداگانہ انداز اس کی شخصیت کو نمایاں کرتا چلا جاتا ہے۔ نمایاں تخلیقی مزاج کا وصف رکھنے والا یہ شاعر اپنے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں اور جذبوں کی توانا آواز ہے۔ دُکھ دراصل انسانی روح کا استعارہ ہے یہی استعارہ سرائیکی خطے کی تاریخی اور تہذیبی شناخت بنتا نظر آتا ہے۔ دُکھ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ طارق کو اپنے بیٹ اور بیلے سے وحشت آنے لگتی ہے۔ وہ دھرتی جہاں کبھی خوشیوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے آج نوحہ کناں ہے، وسیب کی ہر چیز پرائی لگنے لگی ہے۔

میڈا بیلا تاں البیلا ہا، کہیں کان پرایا لگدے
اے دھنولے جھوکاں فٹیاں کیا، کل مان پرایا لگدے
اے ساھیں سنجیاں لگدیاں ہن در بھان پرایا لگدے
میں طارق بھوئیں تے سمدی ہاں، کھٹ وان پرایا لگدے[1]

(میری دھرتی میری مٹی بیلا تو بہت خوبصورت تھا آج کل کیوں پرایا لگنے لگا ہے، مال مویشی، بھینسیں، کٹیاں، لسی بلونے کا سامان غرض سب کچھ پرایا لگنے لگا ہے۔ ساھیں جو ہمارے گھروندے تھے وہ بھی ویران ہو گئے ہیں، طارق میں اپنی جگہ پر سوتی ہوں مگر مجھے تو چارپائی اور اس کا بان بھی پرایا لگنے لگا ہے۔)

طارق کی شاعری جوگ، گیان اور رومان کے مراحل طے کرتی ہوئی آگہی کی دہلیز پر قدم جمانے لگتی ہے۔ مزاج میں عجز و انکساری سرخوشی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ جس کا اظہار اپنے منفرد انداز میں

کرتے ہیں۔ بیٹ اور بیلہ خودرو اور سدا بہار زندگی کا بھرپور اظہار ہے۔ ورڈزورتھ کے کینوس میں سدا بہار دیہات کی منظر کشی بہت نمایاں ہے۔ خواجہ غلام فرید کی شاعری روہی کی دھرتی کو قوت گویائی عطا کرتی ہے۔ حافظ شیراز کی خاک مصلیٰ کی مانند طارق کے لیے بیٹ بیلہ سرچشمہ وجدان ہے۔ طارق کی شاعری میں دکھ، تکالیف، غم واندوہ کی کیفیات تو موجود ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ زندہ رہنے حیاتی کو خوب صورت بنانے کا بھرپور جذبہ کاملیت کے ساتھ چار چفیر وسیع ہوتا اور پھیلتا نظر آتا ہے۔ ساون خوشیوں کا پیغام لاتا ہے اور جدائی کا دکھ اس سارے منظر نامے کو بدل دیتا ہے۔

ہا ساون جھوک تے ساون ہا، دلجوئیاں ہن ونڈلاوے ہن
ہن لرکے بُرکے بیلے وچ کانہہ کالی ہئی سر ساوے ہن
ڈینہ رات ہئی توں توں گنڈیاں دی کلے کٹیاں کان کھڈاوے ہن
آ طارق برہوں کڑکیتے اے قیامت ہئی مکلاوے ہن[۲]

(جب میری جھوک پر ساون برستا تھا تو ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور دلجوئی بڑھ جاتی تھی۔ میرے بیلے میں رونق عروج پر تھی سرکے خودرو پودے سرسبز تھے اور کانے جس سے چھت بنائی جاتی ہے وہ پک کر کالے ہو گئے تھے۔ دن رات گھنٹیوں کا شور کانوں میں گونجتا تھا، بھینس کی کٹیوں کے باندھنے کے لیے کلے موجود تھے۔ طارق جدائی نے ایسا کاری وار کیا ہے کہ قیامت برپا ہو گئی اور جدائیاں مقدر بن گئیں۔)

سرائیکی وسیب صوفیائے کرام کا مسکن رہا ہے۔ امن و آشتی اس دھرتی کا خاصہ ہے۔ سرائیکی شاعری میں مونجھ وچھوڑا، دکھ، درد، کرب، اذیت، غربت، محرومی، ناانصافی، آس، ہجر اور سسکیوں آہوں کی گریہ زاری کے حوالے موجود ہیں۔ طارق نے ان تمام کا مشاہدہ کھلی آنکھ سے کیا ہے۔ اس دکھ درد کو محسوس کیا ہے اپنے لوگوں کی آہوں اور سسکیوں کو سنا ہے اور اس کا اظہار اپنی شاعری میں کیا ہے۔ دکھ سکھ کو مل کر بانٹنا اس کی شاعری کا عنوان ہے۔ یگانگت اور مل جل کر رہنے کا درس نمایاں ہے۔ شاعری بے بسی اور محرومی کے باوجود اپنی انا پرستی اور خودداری پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا:

کانہ دیاں ساکھیں مان اساڈا، بیٹ ہے کان پٹھان اساڈا
آپ فقیرا میروی آپ ہیں، آپت وچ کھنڈ کھیروی آپ ہیں
رانجھن آپ ہیں ہیروی آپ ہیں، سانجھا بھاناں بھان اساڈا

جھاگ جھگیسوں ڈکھ سکھ ہسوں، جیندیں موئیں گڈ تھئے داہوں
طارق متھڑے دھکڑے دھوڑے، ڈنڈ ڈنڈ توں کھل شوق سنبھوڑے
خوشیاں دوڑیاں چوڑیاں توڑے، چولا لیر لوان اساڈا
کانہ دیاں ساکھیں مان اساڈا[۳]

(کانوں سے بنی ہوئی ہماری جھونپڑیاں ہماری شان ہیں۔ بیٹ ہمارا ہمارے دلبر خان پٹھان کی طرح خوبصورت ہے۔ ہم غریب ضرور ہیں مگر ہمارا دل امیر ہے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کھیر شکر کی طرح رہتے ہیں۔ ہم رانجھے اور ہیر بھی خود ہیں۔ جانوروں کی رہائش کا کمرہ بھانا بھی ہمارا مشترکہ ہے۔ مشکلیں اور تکالیف مل جل کر برداشت کریں گے۔ زندہ بھی اور مر کر بھی آپس میں مل جل کر رہیں گے۔ طارق ہمارے نصیب میں دھکے دھوڑے رکاوٹیں ضرور ہیں مگر ہم خوشی خوشی یہ سب شوق سمجھ کر گزاریں گے۔ ہماری قمیض چولا لیر ولیر ہو گیا ہے یعنی پھٹ گیا ہے پھر بھی ہم اپنی اس حالت میں بھی خوش رہنے والے لوگ ہیں۔ کانے سے بنی ہوئی ہماری ساکھیں ہی ہمارا تاج محل ہیں۔ اس پر ہم فخر کرتے ہیں یہی ہمارا امان ہے۔)

احمد خان طارق نے اپنی شاعری میں جھوک کو نیا بیانیہ عطا کیا ہے۔ خوشی، ارمان، آرزو، آس، امید کا نام جھوک ہے۔ اگر بیٹ میں رونق ہو تو لوگوں کے چہروں سے خوشی کا اظہار ساون کی ٹھنڈی میٹھی بوندوں کی مانند ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بیٹ کے لوگوں کے خواب ان کی پلکوں پر جلنے لگتے ہیں۔ مونجھ ملال کی کیفیت کا اظہار چہروں سے بھی عیاں دکھائی دیتا ہے۔ جذبات کا حسین امتزاج بھی کیا خوب ہے کہ آنکھوں سے آنسو بھی رواں ہیں اور لبوں پر مسکراہٹ بھی جاری ہے:

اساں شکر گزار فقیر ملنگ، اساں رکھیاں کھاتے خوش وسدوں
جے نئیں تاں جانجھ وی نئیں تھیندی، بکھ تس بھگتاتے خوش وسدوں
دھولیر کتیرے لیریں دی، جھل جھالر لاتے خوش وسدوں
ایں گالھ دیاں طارق خوشیاں ہن، ڈکھ نال نبھاتے خوش وسدوں[۴]

(ہم تو روکھی سوکھی کھا کر خوش رہنے والے فقیر ملنگ ہیں۔ کچھ نہیں بھی ملتا تو بھی دکھ نہیں ہے ہم بھوک اور پیاس سہہ کر بھی خوش رہتے ہیں۔ اپنے پھٹے پرانے لیر ولیر کپڑوں کو سی کر اور جھالر لگا کر مراد پیوند لگا کر بھی نیا بنا لیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ ہمیں طارق اس بات کی خوشی ہے کہ ہم دکھ اور تکلیفیں برداشت کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔)

احمد خان طارق کی شاعری سرائیکی کی کلاسیکی روایت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ بیٹ اور بیلے کے

لوگوں کا یہ المیہ رہا ہے کہ دریا کے کناروں پر بسنے والے یہ باسی کھارا پانی پی کر زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں گھاس پھوس کی بنی ہوئی جھونپڑیاں ساٹھیں کی شکل لیے ہوئے ہیں۔ رات کی رانی اور پھول بوٹے کی جگہ سر کے بوٹے اور کاہیں کانے اپنا رنگ چار چُفیر بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ مسور کی دال اور مٹر یہاں کی سوغات ہے۔ سرسوں کا ساگ من پسند غذا ہے۔ بیلے کے گھروں میں پرانی گندیاں اور کھیس موجود ہیں۔ اکثر جگہوں پر احمد خان طارق اپنی شاعری عورت کی زبان میں اس کے دکھ سکھ ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی شاعری حقیقت کا روپ دھاتی ہے۔ کبھی بیٹ کی جٹی کو ہمت اور حوصلہ دیتا نظر آتا ہے:

گھر بار دی محافظ خاوند دی بانہہ بیلی
ککر، کرینہ دے تنبو، ڈیڈھی نہ کٹی حویلی
پردیں بغیر رکھدیں عزت بحال جٹی
قائم رہی ہمیشہ جوبن جمال جٹی
شالا کمال کوں نہ آوی زوال جٹی[۵]

(بیٹ کی خواتین عزت و آبرو کی علمبردار ہوتی ہیں۔ گھر بار کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے خاوند کے کاموں میں بھی ساتھ نبھاتی ہیں۔ بیٹ کے گھروں میں کیکر اور کرینہ کی لکڑی کے بانس بنا کر چھت بنائی جاتی ہے جس میں نہ کوئی ڈیوڑھی ہے اور نہ کوئی صحن ہوتا ہے۔ اگر ڈھانپنے کو چادر یا اوڑھنی نہ بھی ہو تو اپنے سادہ کپڑوں سے ہی اپنی حفاظت کرنا بیٹ کی جٹی کا فرض ہوتا ہے۔)

کسی بھی شاعر کا کلام پڑھنے اور سمجھنے کے لیے اسے تخلیق کار کی آنکھ سے دیکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ اس کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکے جس میں شاعر کے تخلیقی ترنگ کا روپ و رنگ نمایاں ہوا ہے۔ بیٹ اپنے اندر بے انت رنگ رکھتا ہے۔ سندھ دریا کے کناروں پر آباد ان بستیوں نے کئی ہزار تہذیبوں کو بنتا بگڑتا دیکھا ہے۔ طارق کا بیٹ اپنی جداگانہ شناخت رکھتا ہے۔ یہاں گھنٹیاں، ٹلیاں، گھنگرو، جھوکیں، بھانے، مال مویشی، چھیڈو، کانے، کاہیں، لئی، لانڑیں، بیڑیاں، مہانے، آر پار کی ہوائیں، تانگھیں، بین، آہ وزاری اور بہت کچھ موجود ہے۔ اس لیے طارق کو اپنا بیٹ ایسی جنت نظر آتا ہے جہاں حقیقی معنوں میں انسان بستے ہیں:

ساڈا بیٹ اے بیٹ انسانیں دا، اتھاں ہر بندہ انسان وانگوں
ساڈے بیٹ دیاں بوٹیاں باٹن ہن، ساڈے کانے پکے کان وانگوں
ساڈے بیٹ کوئی دلبر دلبر ہے، اتھاں ہر دلبر درمان وانگوں

اساں طارق بیٹ دے شاہزادے، ساڈا بیٹ ساڈے ملتان وانگوں[۶]

بلا شبہ احمد خان طارق اس دھرتی کا آج کے دور کا صوفی ہے۔ اس کی شاعری میں تصوف کا رنگ بھی نمایاں ہے جس نے مجاز کے پردے میں حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔ سرائیکی وسیب صوفیہ کی دھرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی شاعری میں مذہبی رنگ ہمیں اپنا ہونے کا احساس دلاتا ہے، سادہ لوح لوگ خود پرست ملاؤں کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ انہیں اپنی عبادات کی ادائیگی میں بھی مطلبی اور خود غرض لوگوں کی پابندیوں کا سامنا رہتا ہے:

اساں کلھیاں پڑھ پڑھ انج رہ گئے، جل کہیں دے کول نماز پڑھوں
ہتھ بدھ بھاویں ہتھ کھول پڑھوں، اے پھول نہ پھول نماز پڑھوں
ہتھ تسبیح مسجد رقص کروں، پاگل وچ دول نماز پڑھوں
جتھاں طارق در کے نہ ہوون، اوہا مسجد گول نماز پڑھوں[۷]

طارق کے مشاعرے میں بیلا اور بیٹ نئی زندگی لے کر دوبارہ پیدا ہوئے ہیں۔ شاعر نے اپنی دھرتی کے ذرے ذرے سے پیار کیا ہے اپنے لوگوں میں محبت بانٹی ہے، عزت واحترام دیا ہے۔ دکھ سکھ میں ساتھ نبھانے کا عزم طارق کا پیغام ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ احمد خان طارق، میکوں سی لگدے (ڈیرہ غازی خان: سوچ سنجان سرائیکی سنگت، ۲۰۰۱ء)، ۱۲۔
۲۔ احمد خان طارق، "کلام"، مشمولہ: ڈوہڑے دے شہنشاہ، مرتبہ: ہاشم سرباز (ڈیرہ غازی خان: ناصر پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ۴۴۔
۳۔ احمد خان طارق، عمراں دا پورھیا (ملتان: جھوک پرنٹرز، اشاعت دوم، ۲۰۱۷ء)، ۸۶۔
۴۔ احمد خان طارق، متاں مال ولے (ڈیرہ غازی خان: سوچ سنجان سرائیکی سنگت، ۱۹۹۵ء)، ۳۴۔
۵۔ ایضاً، ۱۳۷۔
۶۔ احمد خان طارق، میں کیا آکھاں (ڈیرہ غازی خان: ایکو ویلفیئر فاؤنڈیشن، ۲۰۱۴ء)، ۳۸۔
۷۔ احمد خان طارق، میکوں سی لگدے، ۹۰۔